مقالۂ خصوصی

رئیس التحریر کے قلم سے

جہاد مقصدیت اور طریق کار

جہاد اس وقت موافق یا مخالف ہر دو لحاظ سے پوری دنیا کا موضوع سخن بن چکا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ اللہ کا حکم، اجر عظیم کا باعث اور ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ جبکہ کفار خواہ اس کا نام دہشت گردی ہی کیوں نہ رکھیں، خائف وہ جہاد ہی سے ہیں۔

تاہم ''مقصدیتِ جہاد'' اور ''جہاد کا طریقۂ کار'' دو ایسے پہلو ہیں کہ جن کے بارے میں آج تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

موجودہ ''جہاد'' کے علمبرداروں نے یہ تو لکھا ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں اگر مسلمانوں کی حالت قابل رحم ہے، تو اس کی وجہ ''ترک جہاد'' ہے۔ لیکن ان میں سے شاید ہی کسی نے اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائی ہو کہ خود ترکِ جہاد کی وجہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کس قدر واضح ہے کہ ترجمہ: ''ایک وقت آئے گا، کفار تم پر اس طرح چڑھ دوڑیں گے، جس طرح بھوکے دستر خوان پر پل پڑتے ہیں، عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس وقت تعداد میں تھوڑے ہوں گے؟ فرمایا: نہیں! تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی، لیکن تم پر ''وھن'' سوار ہو جائے گا۔ پھر جب آپ ﷺ سے ''وھن'' کی تعریف پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ دنیا کی محبت ہے اور موت سے جی چرانا!''

اب یہ دنیا کی محبت ہی تو ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت دنیا کمانے میں حلال وحرام کی تمیز سے بیگانہ ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ ان کی معیشت کا انحصار سودی قرضوں پر ہے، مغرب کی نقالی نے محدود ذرائع آمدنی کے

باوجود ان کا معیار زندگی بلند کر دیا ہے۔ جسے قائم رکھنے کیلئے وہ ہر جائز و ناجائز حیلہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی تہذیب، ان کا تمدن، ان کی معاشرت، ان کا لباس، ان کی وضع قطع، حتیٰ کہ ان کے اٹھنے بیٹھنے کے آداب، طور طریق وغیرہ ہر چیز مغرب سے عبارت ہے اور آخرت فراموش! اور جب صورتحال یہ ہوگی تو مرنے کو کس کا جی چاہے گا؟

﴿**ولن يتمنوه أبداً بما قدمت أيديهم**﴾ (البقرۃ:٩٥) ترجمہ: ''وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے، اس لئے کہ انہیں معلوم ہے، انہوں نے اپنی آخرت کیلئے کیا سامان مہیا کیا ہے!''

علاوہ ازیں قرآن مجید فرماتا ہے: ﴿**سنلقي في قلوب الذين كفروا الرعب بما أشركوا بالله مالم ينزل به سلطانا**﴾ (آل عمران:١٥١) ترجمہ: ''ہم کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے، اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہے، جس کی دلیل اللہ نے نازل ہی نہیں فرمائی''

آیت میں ''رعب'' کا سبب ''شرک'' بتلایا گیا ہے۔ اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ شرک صرف کفار کو مرعوب کرے اور مسلمان کو دلیر بنادے۔ شرک جو کوئی بھی کرے گا اس کا نتیجہ مرعوبیت ہی ہوگا۔ چنانچہ یہ مرعوبیت بھی ترک جہاد کی وجہ ہے... اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت آج شرک کی لعنت میں نہ صرف بری طرح گرفتار ہے بلکہ وہ اسے کارثواب جانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ﴿**قل سيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل كان أكثرهم مشركين**﴾ (الروم:٤٢) ترجمہ: ''آپؐ فرمادیجئے کہ زمین میں چل پھر کے دیکھو، پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ (اس لئے کہ) ان کی اکثریت مشرک تھی!''

گویا اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اگر تم شرک کا ارتکاب کروگے تو انسانوں میں سے تمہارا کوئی دشمن تمہارا کچھ بگاڑے یا نہ بگاڑے، ہم خود ہی تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ اب جبکہ ادھر جہادی تنظیموں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نعرہ ''یاعلی مدد'' کے قائل ہیں اور اسے فتح کی گارنٹی خیال کرتے ہیں۔ یہ معاذ اللہ کوئی گھسا پٹا یا اختلافی مسئلہ نہیں، قرآن کریم کی بیان کردہ ٹھوس حقیقت ہے کہ غیر اللہ کی پکار شرک ہے: ﴿**والذين تدعون من دونه مايملكون من قطمير، إن تدعوهم لايسمعوا دعاءكم ولو سمعوا مااستجابوا لكم ويوم القيمة يكفرون بشرككم ولاينبئك مثل خبير**﴾ (فاطر:١٣-١٤) ترجمہ: ''اور جنہیں تم اس (اللہ) کے علاوہ پکارتے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے (کے برابر بھی کسی چیز) کے مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو جواب نہ دے

سکیں اور روز قیامت وہ تمہارے (اس) شرک کا انکار کردیں گے اور (اللہ دانائے) خبیر کی طرح تمہیں کوئی خبر نہ دے گا۔''

ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ''مناظر اسلام'' اٹھے اور غیر اللہ کی پکار کا جواز تلاش کرنا شروع کردے، لیکن مسلمانوں کو جلد یا بدیر اس قرآنی حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ شرک ہی ہے، ورنہ وہ جہاد کرکے بھی اپنی محرومیوں کا علاج نہ سوچ سکیں گے۔

آیئے! ذرا تاریخ کے جھروکوں سے غزوۂ حنین پر ایک نگاہ ڈالیں۔ یہ فوج ایسی فوج ہے کہ دنیا میں ان کے ہم پلہ تا قیامت کوئی نہ ہوگا۔ جب کہ اس فوج کے سالارِ اعلیٰ سید ولد آدم، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لیکن اس فوج کے صرف ایک سپاہی کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ: ''آج ہم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے'' (مختصر سیرت الرسولؐ، ذکر غزوۂ حنین)

یہ الفاظ اللہ کی توحید کے شایان شان نہ تھے، کہ معاملہ ''توکل علی اللہ'' کی بجائے کثرتِ تعداد کی طرف چلا گیا تھا۔ نتیجہ قرآن مجید کی زبان سے سنیئے: ﴿ویوم حنین إذ أعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الأرض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین﴾ (التوبہ:۲۵) ترجمہ: ''اور حنین کے دن (بھی اللہ ہی نے تمہاری مدد فرمائی) جب تم اپنی کثرتِ تعداد پر نازاں ہوئے تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ کشادہ زمین تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔''

دشمن کی طرف سے تیروں کی ایک باڑھ آئی۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ صحابہ کرامؓ پسپائی پر مجبور ہوگئے۔ نہایت قلیل سی تعداد (صرف آٹھ نو آدمی) حضور ﷺ کے ساتھ رہ گئے۔ اس وقت آپؐ فرما رہے تھے: (أنا النبی لا کذب أنا ابن عبدالمطلب) اس کے بعد اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر سکینت نازل فرمائی اور فتح سے بھی ہمکنار کیا۔ تاہم یہ تربیت دینے کے بعد کہ آئندہ توحید کی لائن ٹیڑھی نہ ہونے پائے اور ذرا غزوۂ احد پر بھی ایک نگاہ ڈالیں۔ چند تیر اندازوں سے رسول اللہ ﷺ کی ذرا سی حکم عدولی کیا ہوئی کہ مسلمان جیتی بازی ہار بیٹھے۔ رسول اللہ ﷺ ایک پتھر کے صدمہ سے گر گئے، آپؐ کے سامنے کے چار دانت شہید ہوگئے، چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور نچلے ہونٹ سے خون بہنے لگا۔ آواز بلند ہوئی: ''خوش ہوجاؤ، محمدؐ قتل ہوگئے۔'' العیاذ باللہ (مختصر سیرت الرسولؐ)

قرآن مجید گواہ ہے: ﴿ولقد صدقکم اللہ وعدہ إذ تحسونھم بإذنہ حتیٰ إذا فشلتم، وتنازعتم فی الأمر وعصیتم من بعد ما أراکم ما تحبون﴾ (آل عمران:۱۵۲) ترجمہ:

''اور اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، جب تم ان (کفار) کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ تم نے ہمت ہار دی اور حکم (رسول اللہ ﷺ) میں جھگڑا کرنے لگے اور آپ کی نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں وہ کچھ دکھا دیا جو تم چاہتے تھے (یعنی فتح یا غنیمت)''

نتیجہ یہ کہ: ﴿إذ تصعدون ولاتلون علی أحد والرسول یدعوکم فی أخراکم فأتابکم غمـاًبغم﴾ (ال عمران:۱۵۳) ترجمہ: ''جب تم لوگ بھاگے چلے جاتے تھے، کسی کو مڑ کر نہ دیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تمہیں تمہارے پیچھے کھڑے بلا رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم پہ غم پہنچایا۔'' یعنی مال غنیمت بھی ہاتھ سے گیا، فتح شکست میں تبدیل ہوگئی، صحابہ کرامؓ شہید و زخمی ہونے لگے اور حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ایک معمولی سا رخنہ پڑ گیا تھا۔ افسوس! آج کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں جو توحید کے علاوہ سنتِ رسول اللہ ﷺ کو بھی بالائے طاق رکھ چکے ہیں۔ اور نوبت بایں جارسید کہ آپؐ کے فرامین پر اقوالِ ائمہ کو ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے: ﴿أم لهم شرکاء شرعوا لهم من الدین مالم یأذن به الله﴾ (الشوریٰ:۲۱) ترجمہ: ''کیا ان کے ایسے شریک ہیں، جنھوں نے ان کیلئے ایسا طریقہ مقرر کیا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا؟''

جبکہ سورۃ التوبہ میں اس طرزِ عمل کو اللہ کے علاوہ ان لوگوں کو اپنا رب بنانے سے تعبیر کیا گیا ہے، جن کی بلا دلیل اتباع کو اپنے لئے لازم قرار دے دیا جائے۔ دیکھئے تفسیر آیت سورۃ التوبہ:۳۱ ﴿اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أرباباً من دون الله﴾

تعجب ہے کہ خود ان آئمہ دین نے بھی اپنی تقلید سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے نام پر مذہب بنائے گئے ہیں اور یہ طرزِ عمل آج عقیدہ مسلم کا باقاعدہ حصہ بن چکا ہے۔ ان حالات میں جہاد سے مطلوبہ نتائج حاصل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کا جواب معلوم کر لینا مشکل نہیں۔ توحید و سنت ہی کے حوالے سے جہاد کی مقصدیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

مقامِ غور ہے کہ سبھی انسان اللہ رب العزت کی مخلوق ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ کوئی کافر ہو یا مسلمان، مشرک ہو یا موحد، جبکہ قتل بہرحال قتل ہے، قاتل خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، کافر بھی قتل کیلئے ہتھیار اٹھاتا ہے اور مومن بھی، مقصد قتل خواہ اپنی جان بچانا ہو یا دوسرے کی جان لینا۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اگر کافر کو قتل کرتا ہے تو بھی اس کیلئے جنت ہے اور اگر کافر کے ہاتھ سے قتل ہو جائے تو بھی اس کیلئے جنت ہی ہے۔ اس کے برعکس کافر اگر مسلمان کو قتل کرتا ہے تو بھی اس کیلئے جہنم ہے۔ اور اگر مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو

جائے تو بھی اس کیلئے جہنم ہی ہے۔آخر ایک غازی یا شہید کیوں ہے ....اور دوسرا قاتل یا مقتول کیوں؟ .....صرف اس لئے کہ پہلا مسلمان وموحد ہے اور دوسرا کافرو مشرک۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وقاتلوهم حتیٰ لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله﴾ (الانفال:۳۹) ترجمہ: ''(اے مسلمانو) ان (کفار) سے لڑو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کیلئے ہو جائے۔''

جبکہ ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے کہ: (أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا لا إله إلا الله و يؤمنوا بي وبما جئت به فإذا فعلوا ذلک عصموا مني دماء هم وأموالهم) ترجمہ:'' مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں، جب تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی نہ دیں، میرے ساتھ ایمان نہ لے آئیں اور اس چیز کے ساتھ بھی جو میں لے کر آیا ہوں، جب وہ یہ کام کریں گے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون بھی بچا لئے اور مال بھی۔''

اس کا مطلب ہے کہ جہاد کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور توحید وسنت کی سربلندی، نہ کہ محض خون خرابہ! اور اسی لئے اسے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ملک عزیز میں یہ کام مکمل کر لیا گیا ہے، جو ہم نے اپنی توجہ باہر کی طرف مبذول کر لی ہے؟ مثلاً ابھی ہم نے قرآن مجید سے معلوم کیا کہ غیر اللہ کی پکار شرک ہے، لیکن آج اس کا دور دورہ ہے....اور سٹکروں کے ذریعہ، وال چاکنگ سے، مساجد کے سپیکروں پر دن رات اسی کا پرچار ہوتا ہے ....حالانکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ: ﴿وأن المسجد لله فلاتدعوا مع الله أحداً﴾ (الجن:۱۸) ترجمہ: ''اور مسجدیں اللہ کی ہیں، تو (ان میں) اللہ کے علاوہ کسی اور کو مت پکارو۔'' کیا یہ اسی قرآن مجید کی آیت نہیں ہے، جس میں جہاد کا حکم دیا ہے؟ اور جس کی مسلسل اور صریح نافرمانی ہو رہی ہے؟ ...اور کیا قرآن مجید ہی سے ہمیں غیر اللہ کی پکار کا نتیجہ معلوم نہیں کہ: ﴿ذلک من أنباء القریٰ نقصه عليک منها قائم وحصيد، وما ظلمنٰهم ولكن ظلموا أنفسهم فما أغنت عنهم الهتهم التي يدعون من دون الله من شيء لما جاء أمر ربک وما زادوهم غير تتبيب﴾ (ہود:۱۰۰۔۱۰۱) ترجمہ:''یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم نے آپؐ سے بیان کر دی ہیں، ان میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ جڑ سے کٹی ہوئی اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ خود انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، تو جب تمہارے رب کا حکم (عذاب) آیا تو ان کے وہ معبود ان کے کچھ بھی کام نہ آئے جنہیں وہ اللہ کے علاوہ پکارا

کرتے تھے، بلکہ انہوں نے ان کو تباہی میں زیادہ کیا۔''

لیکن ہمارا جہاد قرآن مجید کی اس صریح نافرمانی کا کوئی نوٹس نہیں لیتا اور نہ ہی اس کے خطرناک نتائج سے اسے کچھ سروکار ہے۔ اور اس پر کیا منحصر ہے، یہاں قدم قدم پر ایسی قبریں اور آستانے موجود ہیں، جن پر دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں مسلسل ہر قسم کا شرک ہوتا ہے۔ نذر و نیاز کے سلسلے یہاں جاری ہیں، مرادیں پوری ہونے کیلئے لنگر یہاں تقسیم ہوتے ہیں، اعتکاف یہاں ہوتے ہیں، سجدے یہاں ہوتے ہیں اور اب تو بعض قبروں پر سال بہ سال حج اور طواف بھی ہونے لگا ہے۔ بہشتی دروازے یہاں موجود ہیں، چادریں یہاں چڑھائی جاتی ہیں، شیرینیاں یہاں بٹتی ہیں اور فریادیں، دعائیں مُردوں سے کی جاتی ہیں۔ اصحابِ قبور کو مشکل کشا، حاضر و ناظر، متصرف الامور، اولادیں دینے والے، دستگیر، داتا، غریب نواز، حاجت روا، کارساز سب کچھ سمجھا جاتا ہے.... ذرا ایک چارٹ کی عبارت ملاحظہ ہو جو ایک مسجد میں آویزاں تھا:

''کیا اللہ کے انبیاء اور اولیاء مدد نہیں کر سکتے؟ یقیناً کر سکتے ہیں!... حقیقتاً مدد کرنے والی ذات اللہ وحدہ لاشریک کی ہے، لیکن اللہ کی عطا سے اس کے خاص بندے، انبیاء و اولیاء مدد کرتے ہیں، مصائب دور فرماتے ہیں اور خزانے بخشتے ہیں...اس حقیقت پر قرآن و حدیث کی گواہی پڑھیں اور سمجھ کر اپنے عقائد کی حفاظت کریں۔ ﴿**وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤ منین ولکن المنا فقین لایعلمون**﴾ (المنافقون: ۸) ترجمہ: ''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں ہی کی ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں''(یہ منافق انہیں قرار دیا گیا ہے جو آیت قرآنی ﴿**إیاک نعبدو إیاک نستعین**﴾ پر عمل پیرا ہو کر صرف اللہ کو پکارتے ہیں)

☆ ''اللہ کے نبی بھی مشکل کشا ہیں۔'' (ال عمران:۴۹)

☆ ''اولیاء اللہ بھی دستگیر ہیں'' (تحریم:۴)

☆ ''نبی کی قمیض بھی شفاء دینے والی ہے'' (یوسف:۹۶)

☆ ''اللہ کے نبی بھی گنج بخش ہیں'' (ص:۳۶-۳۹)

☆ نبی کریم ﷺ بھی داتا ہیں۔'' (توبہ:۷۴)

☆ ''حضرت جبرائیلؑ بھی اولاد دینے والے ہیں۔'' (مریم:۱۹)

☆ سرورکونین ﷺ کا ارشاد ''امت مصطفیٰؐ شرک نہیں کر سکتی'' (بخاری شریف)

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور حدیث نبوی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کی عطا سے اس کے

انبیاء واولیاء مشکل کشا بھی ہیں، داتا و دستگیر بھی ہیں اور گنج بخش بھی۔ چنانچہ مصائب میں اللہ کے ان پیاروں کی مدد سے رب قدوس کی رحمتوں کے مستحق بنیں۔'' (چارٹ کی عبارت ختم ہوئی)

اب بتایئے کہ ایک ہندو کا کیا قصور ہے جو روزانہ اسے ''پھڑ کایا جاتا ہے، جبکہ یہی کام ایک مسلمان بھی کر رہا ہے، کیا اس کا قصور یہ ہے کہ اس نے آیات قرآنی پر وہ ستم نہیں ڈھایا ہے جو ایک مسلمان نے ڈھایا ہے؟ اور اس قرآن کا وہ مذاق نہیں اڑایا جو ایک مسلمان نے اڑایا ہے کہ جس کا ہر ورق بلکہ ہر نقطہ توحید الٰہی کا ترجمان ہے اور قاطع شرک!

یہ ہے اس پاک سرزمین کی حالت جسے ''لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا، اور جسے اس کے حال پر چھوڑ کر ہم جہاد کیلئے باہر کو روانہ ہوئے ہیں۔ بات سوچنے کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے تھے، غزوۂ احد کیلئے تشریف لے گئے تھے، تبوک کیلئے پابہ رکاب ہوئے تھے، تو مدینہ طیبہ میں کتنے ایسے آستانے اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے جن پر حج ہوتا تھا، سال بہ سال میلہ لگتا تھا، چادریں چڑھائی جاتی تھیں اور سجدے ہوتے تھے؟

نیز یہ کہ اس وقت مسلمانوں کی کتنی ایسی مجاہد تنظیمیں تھیں جو اپنا الگ الگ تشخص، الگ الگ منشور اور الگ الگ عقیدہ رکھتی تھیں؟ کیا گروہ بندی بھی قرآن کریم کی رو سے شرک نہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولا تکونوا من المشرکین. من الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعاً﴾ ترجمہ: ''اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ، جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے۔''

اگر کہا جائے کہ جہاد کا مقصد صرف توحید کی سربلندی ہی تو نہیں، مسلمانوں کو کفار کے ظلم سے بچانا بھی مقصد جہاد ہے.... جواباً گزارش ہے کہ مظلوم مسلمان کی حمایت بھی اللہ رب العزت ہی کا حکم ہے اور یہ بھی توحید الٰہی ہی کا تقاضا ہے.... اس لئے کہ اسلام سارے کا سارا ہی توحید ہے۔ ورنہ کیا خیال ہے کہ ایک طرف اگر ایک ہندو گائے یا بت کو پوج رہا ہے، دوسری طرف ایک مسلمان گھوڑے شاہ کے مزار پر سجدہ ریز ہے، تو ہم کس کی حمایت میں تلوار اٹھائیں گے اور کس پر حملہ آور ہوں گے؟ اگر مسلمان کی حمایت میں تلوار اٹھاتے ہیں کہ یہ کلمہ گو ہے تو کیا اللہ رب العزت اسے معاف کر دیں گے، جو بار بار قرآن مجید میں مشرکین کو جہنم کی وعید سنا رہے ہیں اور جنت کو ان پر حرام قرار دے رہے ہیں؟ ہم نے اسے ہندو سے تو بچا لیا، جہنم سے کیوں نہ بچایا؟ جبکہ موت تو اسے بہر حال آنی ہے۔ تو کیا یہی مقصد جہاد ہے؟

کہا جا سکتا ہے کہ ہم کلمہ گو کی حمایت کریں گے کہ شاید اسے توبہ کی توفیق ملے یا ہم اسے شرک چھوڑنے

پر مجبور کر دیں گے۔تو کوئی توبہ کرے تو جب نا، یہاں تو اس پر اصرار ہے، مناقشہ و مباحثہ ہے اور شرک کو قرآن مجید کے حوالے سے توحید ثابت کیا جا رہا ہے۔ رہی بات شرک چھوڑنے پر مجبور کرنے کی، تو یہی تو ہم کر نہیں رہے.... ہم روزانہ ہندوؤں کو تو جہنم رسید کر رہے ہیں لیکن کیا پاکستان کے باشندوں کو شرک پر چھوڑ کر ہم جنت رسید کر رہے ہیں؟ یا کیا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قبر پوجنا شرک نہیں؟ نیز یہ کہ مشرک بھی جنت میں جائے گا؟

علاوہ ازیں کیا پاکستان میں مسلمان خود مسلمان ہی کے ہاتھوں ظلم کا شکار نہیں؟ حدیث رسول ﷺ تو یہ بتلاتی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ جبکہ یہاں یہ حالت ہے کہ روزانہ چوریاں ہوتی ہیں، ڈاکے پڑتے ہیں، ایک ایک دن میں کئی کئی قتل ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی آن میں پورے گھر کا صفایا ہو جاتا ہے۔ عورتیں، بچے، مرد ذبح کر دیئے جاتے ہیں۔ قاتل دندناتے رہتے ہیں، قانون ان کے سامنے بے بس ہوتا ہے اور بچے کھچے مظلوموں کا نہ صرف کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، بلکہ وہ جان کے خوف سے انصاف کے حصول کیلئے فریاد تک نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان پر ظلم اگر غیر مسلم کرے تو ناجائز ہے۔ لیکن یہی ظلم مسلمان اگر مسلمان پر کرے تو کیا یہ جائز ہے؟ .... ہم ترغیب جہاد کیلئے اکثر یہ کہتے ہیں کہ: ''مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، ان کے گھر جلائے جا رہے ہیں، معصوم مسلمان بہنوں کی عصمتیں لٹ رہی ہیں .... وغیرہ''

لیکن کیا خود پاکستان میں بھی اجتماعی آبرو ریزیاں نہیں ہوتیں؟ اور یہ ستم رسیدہ عورتیں کیا ہماری مسلمان بہنیں نہیں ہیں؟ اگر ایک ہندو یہ کام کرے تو ہم جہاد کیلئے نکلیں اور اگر یہی جرم مسلمان کرے تو ہمارے کانوں پر جوں تک نہ رینگے؟ کیا مظلوم کی حمایت کا یہی تقاضا ہے اور کیا یہی مقصدیتِ جہاد ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: **(من رأى منكم منكراً فليغيره بيده وإن لم يستطع فبلسانه وإن لم يستطع فبقلبه وذالك أضعف الإيمان)** ترجمہ: ''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اگر استطاعت رکھتا ہو تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے ... اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو دل سے ہی برا جانے، تاہم یہ (آخری درجہ) کمزور ترین ایمان (کی علامت) ہے۔''

مسلمانوں کو کفار کے ظلم و ستم سے بچانے کے حوالہ سے ایک اور سوال یہ بھی ہے کہ افغانستان کے مسلمانوں پر وہ کون سا ستم ہے جو ڈھایا نہیں گیا؟ .... ایک پوری مملکت چند دنوں میں تہس نہس کر دی گئی ہے .... یہ موقع تھا مظلوم کی حمایت کا، لیکن اس آڑے وقت میں بعض تنظیموں نے تو جہاد (قتال) میں حصہ ہی نہیں لیا .... اور جو اس کیلئے روانہ ہوئے انہیں پکڑ دھکڑ کے بعد کفار کے حوالے کیا جا رہا ہے .... کیا یہ بھی مظلوم مسلمان نہیں ہیں؟ اور ہمارا حال یہ ہے کہ جو حکمران ایسا کر رہے ہیں ان کے حکم پر ہی جہاد جاری ہوتا ہے اور

انہی کے حکم پر جہاد معطل بھی ہو جاتا ہے۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہمارا جہاد حکومت کی مرضی کے تابع ہے ...اور اگر یہی بات ہے تو یہیں سے جہاد کے طریق کار کا بھی سوال اٹھتا ہے۔قرآن مجید میں ہے: ﴿وأعدوا لهم مااستطعتم من قوة﴾ (الانفال:۶۰) ترجمہ: ''اور استطاعت کی حد تک ان (کفار سے مقابلہ) کیلئے قوت تیار کرو۔'' ہم ترغیب جہاد کیلئے تو یہ آیت بہت پڑھتے ہیں، لیکن جہاد کرتے وقت خود اسی آیت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ کچھ نوجوانوں کو اکٹھا کرنے اور چند دن کی ٹریننگ کے بعد انہیں ایک ایسی آزمودہ کار، تربیت یافتہ، کثیر التعداد فوج کے مقابلہ میں بھیج دیا جاتا ہے جس کا پیشہ ہی سپاہ گری ہے اور جو ہر قسم کے سامان حرب و ضرب سے لیس بھی۔اب یہ تو درست ہے ۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ　　　مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

لیکن اس کا یہ مطلب کہاں ہے کہ تلوار ہوتے ہوئے بھی ''بے تیغ'' ہی لڑا جائے؟ یوں استطاعت کی حد تک تو قوت مہیا ہی نہ کی گئی۔ ہمارے ناچیز خیال میں جنگ کا یہ طریق کار اس وقت اپنایا جاتا ہے جب باقاعدہ فوج موجود نہ ہو یا دشمن اور اس کا مقابلہ کرنے والوں کی تعداد و قوت میں کوئی نسبت نہ ہو۔ لیکن یہاں تو قوت موجود ہے۔ پاک فوج ماشاء اللہ دنیا کی بہترین فوج ہے جو ہر قسم کا جدید ترین اسلحہ رکھتی ہے۔حتیٰ کہ ایٹم بم بھی اس کے پاس موجود ہے۔اس فوج کے ہوتے ہوئے بھی صرف ان مجاہدین کو دشمن کے مقابلہ میں بھیج دینا کم از کم قرآنی حکم ﴿وأعدوا لهم مااستطعتم من قوة﴾ کا تقاضا نہیں بلکہ اس کی صریح خلاف ورزی ہے۔تاہم ذمہ داران کو یہ بات سوچ لینی چاہئے کہ روز قیامت ان سے اس کی باز پرس بھی ہو سکتی ہے کہ قوت موجود ہوتے ہوئے بھی صرف ان کم عمر، ناتجربہ کار، دشمن کے مقابلہ میں ضروری اسلحہ سے محروم مجاہدین کو دشمن کے مقابلے میں کیوں بھیجا گیا؟

مذکورہ طریق کار ہی کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ مجاہدین اگر دشمن فوج کے کسی پڑاؤ یا گشتی دستہ پر حملہ آور ہونے اور اسے نقصان پہنچانے کے بعد روپوش ہو جاتے ہیں تو اس دشمن کے ہاتھوں قرب و جوار کی مسلمان آبادیوں کی شامت آجاتی ہے اور درندگی کے اس مظاہرہ میں ان مظلوموں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔اس کی بجائے اگر حملہ پوری قوت سے فوج کی معیت میں کیا جائے تو ان بستیوں کی حفاظت کیلئے فوجیوں کی معقول تعداد موجود ہوگی اور یہ افسوسناک صورتحال پیدا نہ ہوگی۔

کہا جاسکتا ہے کہ یوں تو ایک بڑی جنگ شروع ہو جائے گی جو تباہ کن اور غیر محدود ہوگی؟ ہم کہتے

ہیں کہ پھر جہاد کا آغاز ہی کیوں کیا تھا؟ آخر مجاہدین کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں ہی تو یہ خطرہ ہر وقت موجود ہے، بلکہ پاک بھارت حالیہ کشیدگی اور سرحدوں پر فوجیوں کے اجتماع کا باعث یہ سرگرمیاں ہی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ حقیقی معنوں میں جہاد کا آغاز کرتے ہوئے کشمیری مسلمانوں کی بھرپور اور کما حقہ معاونت و امداد کر کے انہیں پنجہ استبداد سے رہائی دلائیں، ورنہ محض چھیڑ خانی سے کیا فائدہ؟

ہماری ان گزارشات کو اگر کوئی جہاد کی مخالفت پر محمول کرے تو یہ اس کی مرضی ہے، ورنہ ہم نے اپنی تمام تر گفتگو کتاب و سنت کی روشنی میں کی ہے.... اور جب کتاب و سنت میں جہاد کے واضح احکام ہر کسی کو نظر آ رہے ہیں تو پھر کون مسلمان ہوگا۔ جو جہاد کی مخالفت کرے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم محدود جہاد کی بجائے وسیع تر جہاد کے قائل اور داعی ہیں۔

ہم نے اس مضمون کی ابتداء میں لکھا ہے کہ آج کا مسلمان (الا ماشاء اللہ) شرک و بدعت میں بری طرح ملوث ہی نہیں، اس کا پرچارک بھی ہے.... اس کے عقائد کفر کی سرحدوں کو چھو رہے ہیں اور جہاں تک اعمال کا تعلق ہے، وہ فرائض تک کا تارک اور کبائر تک کا مرتکب ہے۔ ذرا سوچئے، کیا قرآن وحدیث کی رو سے نماز، روزہ اور زکوۃ کے بغیر مسلمانی کا کوئی تصور موجود ہے؟ لیکن پاکستان میں اکثریت ایسے ہی مسلمانوں کی ہے کہ نماز روزہ سے انہیں پوری عمر کیلئے مستقل چھٹی ہے بلکہ بے شمار گھرانے ایسے ہیں جو نسل در نسل بے نماز ہیں۔ ہاں اگر بزعم خود وہ دین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یا تو اس کی سند قرآن وحدیث کی بجائے امتیوں کے اقوال سے لاتے ہیں اور یا پھر قبروں، درباروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں یہی کچھ بتلایا گیا ہے، خود انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ شریعت کتاب و سنت ہیں اور جنہیں علم ہے وہ لوگوں کو دانستہ گمراہ کر رہے ہیں۔ یہاں تفریح فلمی گانے، ڈرامے اور تھیٹر ہیں۔ جبکہ مذہب قوالیاں، میلے، گھڑولیاں اور بھنگڑے ہیں۔ مسلمان کی بے دینی کا حال یہ ہے کہ وہ شراب پیتا ہے اور دینداری کا حال یہ ہے کہ محرم کی سبیلوں کا دودھ پیتا پلاتا اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کھاتا اور کھلاتا ہے۔ ملک عزیز میں عمل اسلام کے بنیادی ارکان کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ نہیں (اکثریتی اعتبار سے) ختم، تیجا، ساتواں، دسواں اور گیارہویں ہیں۔ عادات و خصائل کو دیکھیے تو مسلمان کی نگاہ میں جھوٹ ایک فن ہے، خیانت قابل فخر ہے، بدعہدی فیشن ہے اور گندی، فحش اور بیہودہ گالیاں بکنا عزت و اقتدار کی علامت ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ خصلتیں مکمل منافق کی بتلائی ہیں۔

مسلمان کے نزدیک کم تولنا، کم ماپنا، ڈنڈی مارنا معمولی جرائم ہیں۔ لیکن قرآن مجید بتلاتا ہے کہ ان کے ارتکاب پر قوم شعیب پر اللہ کا عذاب قہر بن کر ٹوٹا اور اس کی جڑیں تک کاٹ کر رکھ دی گئیں۔ مسلمان دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے، سودی کاروبار کرتا ہے، دھوکا دہی کا ماسٹر ہے اور ملاوٹ کا تو بادشاہ ہے اور یوں اس کا کھانا پینا، لباس اور رہائش وغیرہ سب کچھ رزق حرام سے عبارت ہے۔ اسی پر بس نہیں وہ چوری بھی کرتا ہے، ڈاکے بھی مارتا ہے، جوا بھی کھیلتا ہے، زنا اور قتل تک کا ارتکاب کرتا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج مسلمان کے انفس اور آفاق پر طاغوت کی حکمرانی ہے۔ آج کتنے مسلمان ممالک ایسے ہیں جن میں اللہ کا قانون سرکاری سطح پر نافذ ہے؟ چنانچہ مسلمان معاشرت، معیشت، عدالت، سیاست، ثقافت اور تجارت سبھی کچھ نظام ہائے کفر کے تابع ہے۔ جبکہ قرآن مجید فرماتا ہے: ﴿ومن لم یحکم بما أنزل الله فاولئک هم الکفرون ﴾ (المائدة: ۴۴) ترجمہ: ''اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ (قانون) کے مطابق فیصلے نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔''

مختصراً ... آج کے مسلمان کو مسلمانی ہی سے کچھ سروکار نہیں رہا۔ چنانچہ کتاب و سنت سے دوری، احکام الٰہی سے بغاوت اور فرامین رسول ﷺ سے روگردانی ہی اس کا اصل روگ ہے۔ اس کی زبوں حالی کا باعث نہ تو قلت تعداد ہے اور نہ وسائل کی کمی! ہاں بلکہ اللہ رب العزت کی مسلسل اور اجتماعی نافرمانی اس پر عذابِ الٰہی بن کر مسلط ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پوری دنیا میں ذلت اور خسران و ہلاکت سے دوچار ہے۔ اس کی اصل وجہ کو دور کیے بغیر، بذریعہ ''شارٹ کٹ'' یعنی اصلاح عقیدہ، اصلاح عمل، فرائض کی بجا آوری اور منہیات سے اجتناب وغیرہ سب کو بائی پاس کرتے ہوئے دشمن سے محض اور وہ بھی جزوی قتال کرنا اور اس کے نتیجے کے طور پر یہ دعویٰ کرنا کہ۔

کل روس بکھرتے دیکھا تھا   اب امریکہ جلتا دیکھیں گے

ایک مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ ... ورنہ کون نہیں جانتا کہ خود ملک عزیز پاکستان، جسے اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے، ہر آن ڈانواں ڈول ہے اور جب تک یہ اپنی نظریاتی بنیادوں پر استوار نہیں ہو جاتا، اس کی اپنی سلامتی بھی مخدوش ہے اور یہی حال تمام بلاد اسلامیہ کا ہے۔

پس وقت کا تقاضا وسیع تر، ہمہ پہلو اور ہمہ گیر جہاد کا ہے، جس کی ذمہ داری مصلحین امت، بالخصوص علمائے کتاب و سنت پر عائد ہوتی ہے۔ اس کیلئے سب سے پہلے تو انہیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا اور حرص اقتدار کو ختم کر کے مختلف دھڑوں کو ختم کرنا ہوگا کہ بجائے خود یہ چیز بھی کتاب و سنت کی صریح نافرمانی

پر مبنی ہے اور اگر داعیان کتاب وسنت بھی کتاب وسنت کی پاسداری نہیں کریں گے تو دوسرا کون کرے گا؟ بہر حال ''اتباع کتاب وسنت'' اور ''ان کی بنیادوں پر اتحاد'' جہاد فی سبیل اللہ کی اولین سٹیج ہے۔ اس کے بغیر کسی کو جہاد کا نام بھی نہیں لینا چاہئے۔ ہاں اگر وہ یہ کام کرلیں گے تو پھر پوری سرگری سے تحریکی انداز میں دعوت وتبلیغ کا آغاز کریں اور یقین فرمائیے کہ یہ بھی جہاد ہی ہوگا اور ان شاء اللہ اس کے نتائج حوصلہ افزاء ہوں گے۔ اہل حدیث کی تاریخ گواہ ہے کہ شرک و بدعت کے قلع قمع میں انہوں نے قابل ذکر کردار ادا کیا ہے اور آج بھی اگر وہ متحد ہو جائیں تو ایک بہت بڑی قوت ہیں جبکہ دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں انہیں مزید رفقائے کار مہیا ہوتے جائیں گے۔ بمصداق ۔

راہرو ملتے گئے، کارواں بنتا گیا

اس کے بعد اللہ کا نام لے کر ہر معروف کو عام کرنے اور ہر منکر کو مٹانے کا عہد کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں اور منہج نبویؐ پر قوت بازو بھی استعمال کریں۔

﴿وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾ (ال عمران:۱۳۹) قرآن مجید کا بیان کردہ اٹل اصول ہے کہ ''غالب تمہیں رہوگے، اگر تم مومن ہو۔'' ﴿يا أيها الذين امنوا إن تنصروا الله ينصركم و يثبت أقدامكم﴾ (محمد:۷) اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ (اللہ) تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدم مضبوط کرے گا۔ نصرت الٰہی ان کے شامل حال ہوگی تو پردہ غیب سے ایسے اسباب مہیا ہوتے جائیں گے کہ جو باتیں آج عملاً ناقابل فہم ہیں، وہی ان شاء اللہ اس مبارک سفر کا سنگ میل ثابت ہوں گی۔ اور جو راستے اس وقت مسدود نظر آرہے ہیں، شاہراہ بن کر سامنے آئیں گے اور راہروانِ حق کو منزل تک پہنچنے کا پیغام دیں گے۔

﴿والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا وإن الله لمع المحسنين﴾ (العنکبوت:۶۹)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیں گے اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

ان شاء اللہ ان کی کوششیں بارآور ہوں گی اور وہ دن آئے گا کہ یہ ملک مسلمان ہو جائے گا۔ تب وہ باہر کی طرف بھی توجہ دیں اور بصد شوق نعرہ لگائیں کہ ۔

کل روس بکھرتے دیکھا تھا   اب امریکہ جلتا دیکھیں گے

اللہ ان کا حامی و ناصر ہوگا۔ ان کی دنیا بھی سنورے گی اور آخرت بھی! **واللہ الموفق**.

نور پور